کیفیات

محمد زکی کیفی

ادارۂ اسلامیات انارکلی لاہور

ذوق و شوق

(نعتیں)

نفس گُم کردہ می آید، جُنیدؒ و بایزیدؒ اینجا

آیۂ رحمت

تم فخرِ رسُولاں ہو، شہِ کون و مکاں ہو
تم حاصلِ کُل، باعثِ تخلیقِ جہاں ہو
تم بحرِ کرم، ابرِ سخا، منبعِ احساں
تم مظہرِ اوصافِ خدائے دو جہاں ہو

تم سارے زمانے کے لیے آیۂ رحمت
تم درسِ اخوّت ہو، محبّت کا بیاں ہو
تم خستہ دلوں کے لیے سرمایۂ تسکیں
تم مرہمِ زخمِ دلِ آشفتہ سراں ہو

ظُلمت کدۂ دہر میں ہے تم سے اُجالا
پردے میں مہ و مہر کے تم نور فشاں ہو
وُہ سنگِ گراں راہ میں ہوتا ہے جو حائل
چھُولے جو قدم آپ کے منزل کا نشاں ہو

کب آئے گی وہ صبحِ سعادت مرے آقا؟
جب یہ دلِ شوریدہ مدینہ کو رواں ہو
ہو نامِ محمّدؐ لبِ کیفیؔ پہ الٰہی!
جب طائرِ جاں گلشنِ ہستی سے رواں ہو

مئی ۵۹ء

فخرِ اوّلینؐ

وُہ آئے ہیں جہاں میں رحمۃ للعالمیں ہوکر
پناہِ بیکساں بن کر، شفیع المذنبیںؐ ہوکر

خرد کیا کر سکے گی رفعتوں کا اُنؐ کی اندازہ
فلک بھی رہ گیا جن کے لیے فرشِ زمیں ہوکر

انھوں نے اس طرح سے گلشنِ ہستی سنوارا ہے
کہ دُنیا رہ گئی ہے رشکِ فردوسِ بریں ہوکر

ضمیرِ آدمیت میں اُنھیںؐ کا نُور شامل ہے
وہ سب نبیوں کے بعد آئے ہیں فخرِ اوّلیںؐ ہوکر

قدم بوسی کی دولت مِل گئی تھی چند ذرّوں کو
ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہوکر

یتیم و بے نوا سمجھا تھا جن کو اہلِ نخوت نے
جہاں پر چھا گئے وہ سرورِ دُنیا و دیں ہوکر

ہزاروں بار اس پر عشرتِ کونین صدقے ہو
غمِ عشقِ نبیؐ رہ جائے جس دِل میں مکیں ہوکر

نگاہِ اوّلیں کیفیؔ کی جب روضہ پہ ہو یارب
تمنّا ہے کہ رہ جائے نگاہِ واپسیں ہوکر

۱۸ اگست ۶۰ء

رحمت للعالمینؐ

جہاں سے کفر کی ظلمت مٹانے کیلیے آئے
دلوں میں شمعِ ایمانی جلانے کے لیے آئے

نبی آئے ہزاروں اور گئے درسِ وفا دے کر
سلام اُن پر جو آئے اور آنے کے لیے آئے

جہاں میں علم اور انصاف کی پھر طرح نو ڈالی
سرِ ظلم و جہالت پھر جھکانے کے لیے آئے

فضائیں نغمۂ توحید سے معمور کر ڈالیں
بہاریں گلشنِ ہستی میں لانے کے لیے آئے

رہ و رسمِ وفا کو اہلِ دُنیا چھوڑ بیٹھے تھے
انھیں راہِ محبّت پھر دکھانے کے لیے آئے

گھری تھی کشتیٔ انسانیت موج و تلاطم میں
وہ بن کر ناخُدا کشتی بچانے کے لیے آئے

سلام اُن پر کرم تھا عام جن کا دوست دشمن پر
درُود اُن پر جو سوتوں کو جگانے کے لیے آئے

سلام اُن پر جو غم میں قوم کے راتوں کو روتے تھے
درُود اُن پر جو روتوں کو ہنسانے کے لیے آئے

اُنھیںؐ کا نام لے کر صبح کو کلیاں چٹکتی ہیں
وہ کانٹوں میں رہے اور گل کھلانے کیلیے آئے

کھلائے پھول صحراؤں میں، چمن کو رونقیں بخشیں
فضا پر ابرِ رحمت بن کے چھانے کے لیے آئے

یہ خستہ حال کیفیؔ بھی انھیں کا نام لیوا ہے
گنہگاروں کو یہ اپنا بنانے کے لیے آئے

۲۰ دسمبر ۶۰ء

سرکار کی دُنیا

طیبہ کی زمیں وہ مرے سرکار کی دُنیا
دُنیا سے نرالی ہے یہ انوار کی دُنیا

ہر خار میں صد رنگ بہاروں کی لطافت
ہر ذرّہ میں اک دولتِ بیدار کی دُنیا

وہ روضۂ اطہر پہ برستی ہوئی رحمت
آتی ہے نظر فطرتِ سرشار کی دُنیا

کیا شانِ تکلّم ہے کہ ہر جُنبشِ لب سے
تخلیق ہوئی ستھری کردار کی دُنیا

جنّت ہے کہ تصویر ترے حُسنِ عمل کی
طُوبیٰ ہے ترے سایۂ دیوار کی دُنیا

اس طرح کیا شیر و شکر علم و عمل کو
گفتار کی دُنیا ہوئی کردار کی دُنیا

سب پر ہے کرم اُن کا بُرے ہوں کہ بھلے ہوں
جو پھُول کی دُنیا ہے وُہی خار کی دُنیا

خورشیدِ قیامت کی تپش آ نہیں سکتی
جنّت ہے ترے سایۂ دیوار کی دُنیا

ہے رشکِ ارم آپ کے فیضانِ نظر سے
مجھ سے بھی خطاکار و گنہگار کی دُنیا

فردوس کو بھی رشک ہے جس فرشِ زمیں پر
وہ ہے مرے آقا مرے سرکار کی دُنیا

توصیف کا حق کیا ہو ادا میری زباں سے
میں ذرّہ ناچیز وہ انوار کی دُنیا

یا ربِّ محمدؐ سے دُعا ہے مری کیفی
ہو عشقِ محمدؐ مرے اشعار کی دُنیا

۸ جولائی ۶۵ء

○

پھر سُوئے حرم یہ دلِ شوریدہ رواں ہے
پھر ہر غمِ ہستی سے حفاظت ہے، اماں ہے

پھر سایہ میں ہم روضۂ اطہر کے رہیں گے
دیکھیں گے تجھے، تُو غمِ ایّام کہاں ہے

انوار ہی انوار! تجلّی ہی تجلّی!
گلیوں میں مدینے کی بہشتوں کا سماں ہے

اِک عالمِ حیرت میں نظر کھوئی ہوئی ہے
جلوے ہیں مگر طاقتِ دیدار کہاں ہے

کانٹے بھی عرب کے گُل و لالہ سے حسیں ہیں
ذرّوں پہ چمکتے ہُوئے سُورج کا گماں ہے

جس نام کے صدقے میں ملی دولتِ کونین
وہ نام مرے صلِّ علیٰ وِردِ زباں ہے

ہے گرمیٔ بازارِ محبّت ترے دم تک
تو عشقِ نبیؐ! عظمتِ آدم کا نشاں ہے

کیفیؔ! میں درِ شافعِ محشر کا گدا ہُوں
کیا غم ہے گناہوں کا اگر بارِ گراں ہے؟

۱۵ مارچ ۱۹۶۲ء

○

اے دوست مِرے واسطے بس اب یہ دُعا کر
کیفیؔ کو الٰہی ! غمِ محبوبؐ عطا کر

کچھ اشکِ ندامت کے سوا پاس نہیں ہے
لایا ہُوں مَیں دامن میں یہی اپنے سجا کر

یہ اشکِ ندامت بھی بڑی چیز ہیں اے دل
آنکھوں میں چھُپا لے دُرِ مقصود بنا کر

اِک بار ہے دل کھول کے رونے کی تمنّا
سر روضۂ اقدس پہ ندامت سے جُھکا کر

عُشّاقِ مدینہ کی دُعا ہے یہ خُدا سے
جنّت میں عطا ہم کو مدینہ کی فضا کر

کُچھ اسوۂ حسنیٰ پہ عمل بھی تو کر اے دل !
یہ فرضِ محبّت ہے ، اسے بھی تو ادا کر

دُنیا کی ہر اک چیز نگاہوں سے چھُپا دے
یا رب ! رُخِ پُر نور کی تصویر دکھا کر

توصیف کا حق کیا ہو ادا تیری زباں سے
بس وردِ زباں صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ کر

شبِ معراج

سرنگوں ہو گئے ظلمت کے نشاں آج کی رات
ہر طرف نور کے دریا ہیں رواں آج کی رات

نکہتِ گُل ہے طبیعت پہ گراں آج کی رات
بے خودی لے گئی تو مجھ کو کہاں آج کی رات

عشق ہے اپنی بلندی پہ رواں آج کی رات
چشمِ مشتاق ہے اور حُسن نہاں آج کی رات

گردشِ شام وسحر اپنا چلن بھُول گئی
جادۂ شوق پہ ہے کون رواں آج کی رات

جس طرف سے وہ گئے راستے گلزار بنے
نقشِ پا بن گئے منزل کے نشاں آج کی رات

سانس لینے کی فرشتوں کو جہاں تاب نہیں
کون یہ محوِ تکلّم ہے وہاں آج کی رات

آج ہے مژدۂ لولاک لما کی تفسیر
قُربتِ خاص میں ہیں سرورِ جاں آج کی رات

عشق اور حُسن ہیں اس طرح سے یکجا کیفیؔ
حُسن کا عشق پہ ہوتا ہے گماں آج کی رات

دُعائیں پیغمبروں کی لوٹیں درِ خُدا سے قبول ہو کر
جہاں کو تھا انتظار جن کا وہ آئے آخر رسُول ہو کر

وہ نُور بن کر فضا پہ چھائے، جہاں میں اِک انقلاب لائے
بسے دِلوں میں وہ بن کے خوشبو رہے وہ کانٹوں میں پھُول ہو کر

یہی ہے حسرت یہی تمنّا کہ جان نکلے رہِ حرم میں
پس فنا بھی پھرا کروں میں دیارِ طیبہ کی دھول ہو کر

اگر نہ ان کی پناہ ملتی نجانے کیا کچھ تباہ ہوتے
جہاں میں ہم لوگ آ گئے تھے ظلُوم بن کر جہول ہو کر

خُدا کے لُطف و کرم سے کیفیؔ اسے ملی دو جہاں کی دولت
جو کوئی پہنچا ہے اُن کے در پر غمِ جہاں سے ملول ہو کر

چشمۂ فیض

اے شہِ ہاشمی لقب قدرتِ ربّ کے شاہکار
آپ کے درکے ہیں گدا میر و وزیر و تاجدار

آپؐ کے ذکر و فکر سے رُوح کو مِل گیا قرار
مظہرِ شانِ کبریا! آپؐ پہ جان و دِل نثار

آپؐ نہ تھے تو دہر میں چھائی تھی ہر طرف خزاں
آپؐ جو آئے، آگئی پھر سے جہان میں بہار

آپؐ کا طرزِ گفتگو موجِ ہے سلسبیل کی!
طرزِ خرام آپؐ کا جیسے نسیمِ مُشکبار!

پھُول سے بھی لطیف تر خار ترے دیار کے
ذرّے تری زمین کے ماہ و نجوم در کنار

آپؐ شفیعِ عاصیاں، آپؐ پناہِ بے کساں
مرہمِ قلبِ ناتواں، خستہ دِلوں کے غمگسار

آپؐ کے دَم قدم سے ہے رونقِ بزمِ رنگ و بُو
غنچے میں آپؐ کی ادا، پھُول میں آپؐ کا نکھار

آپؐ کی مدح کر سکے، تاب کہاں زبان کو
آپؐ ہیں مرکزِ وجُود، آپؐ ہیں بحرِ بے کنار

کیفیؔ خستہ حال پر اے شہِ بحر و بر کرم!
آپؐ کا اُمّتی تو ہے گرچہ ہے وہ گناہگار

مدینہ کے رہرو بیاباں بیاباں
چلے جا رہے ہیں غزلخواں غزلخواں

ہے بزمِ تصوّر میں روضے کا منظر
نگاہوں کا عالم گلستاں گلستاں

قریب آ گیا ہے دیارِ مدینہ
غمِ زندگی ہے گریزاں گریزاں

وہ دُنیا کی جنّت مدینے کی بستی
جہاں ذرّہ ذرّہ زرافشاں زرافشاں

یہاں ہر نفس ہے معطّر معطّر
یہاں زُلفِ نکہت پریشاں پریشاں

یہاں خار و خس کے جلو میں ملی ہیں
ہزاروں بہاریں خراماں خراماں

یہاں مست ہیں سب بُرے بھی بھلے بھی
ہے سب پر عنایت فراواں فراواں

یہاں بے بصر بھی عیاں دیکھتے ہیں
نقوشِ محبّت فروزاں فروزاں

یہیں سے مِلا تھا، یہیں مِل سکے گا
سکونِ دل و جاں، سکونِ دل و جاں

کرشمے ہیں اُن کی نگاہِ کرم کے
خیاباں خیاباں، بہاراں بہاراں

خُدا دِن وہ لائے مدینے میں پہنچے
گنہگار کیفیؔ، پشیماں پشیماں

۵؍جون سنہ ۶۷ء

پوچھا ہے دشمنوں نے جب اپنے شعور سے
پنہاں ملی دلوں میں عقیدت حضورؐ سے

اس جانِ جاں کا نامِ مبارک لبوں پہ ہے
دل آشنا ہے عالمِ کیف و سرور سے

فیضانِ عام ساقیٔ کوثر کا دیکھیے
ہم بے پیے ہیں مست شرابِ طہور سے

چھائی ہوئی تھی ظلمتِ شب دور دور تک
آتی ہے اب نویدِ سحر دور دور سے

اس کا اثر اگر مرے کردار میں نہ ہو
کیسے کہوں مجھے ہے محبت حضورؐ سے

سائے میں ہیں اک ایسے رؤف و رحیم کے
جس نے ملا دیا ہمیں ربِّ غفور سے

دولت خدا نے دی جنھیں عشقِ رسولؐ کی
دنیا سے اُن کو کام نہ حور و قصور سے

وہ صرف کور چشم نہیں، تیرہ بخت ہیں
جو کسبِ فیض کر نہ سکے اُنکے نور سے

آمد سے اُنکیؐ زیست کی قدریں بدل گئیں
دنیا حسین بن گئی اُنؐ کے ظہور سے

آسودہ آ کے منزلِ بطحا میں ہو گیا
جلووں کا کارواں جو چلا کوہِ طور سے

کیفیؔ پڑھا درود تو محسوس یہ ہوا
جیسے گزر رہا ہوں میں اک سیلِ نور سے

○

قسمت سے مل گئی ہے قیادت حضورؐ کی
اللہ کا کرم ہے عنایت حضورؐ کی

دو لفظ ہیں خلاصۂ عرفان و آگہی
وحدانیت خدا کی، رسالت حضورؐ کی

بھر لی ہیں ہر گدا نے سعادت سے جھولیاں
نگری رہے ہمیشہ سلامت حضورؐ کی

گل کی مہک صبا کی روش چاندنی کی رو
یہ سب کی سب ہیں گردِ لطافت حضورؐ کی

پڑھ کر درود نطق بھی سرشار کیوں نہ ہو
اس میں جھلک رہی ہے فصاحت حضورؐ کی

آمد کا مژدہ دے کے گئے تھے خلیل بھی
سمجھا گئے مسیحؑ علامت حضورؐ کی

ربِّ کریم، شانِ کریمی کا واسطہ!
جنّت میں ہو نصیب رفاقت حضورؐ کی

ہر دور میں جدید تقاضوں کے ساتھ ساتھ
ہوتی ہے آشکار صداقت حضورؐ کی

حاتم کا ذکر کیا وہ زمانہ گزر گیا
جاری ہے آج تک بھی سخاوت حضورؐ کی

قرباں ہم اُس پہ، وہ ہمیں محبوب کیوں نہ ہو؟
ایمان ہے خدا پہ، امانت حضورؐ کی

بو بکرؓ اور عمرؓ پہ یہ انعام ختم ہے
ہر آن مل رہی ہے سعادت حضورؐ کی

کیفیؔ خدا نصیب کرے اپنے فضل سے
اُلفت کے ساتھ ساتھ اطاعت حضورؐ کی

○

مئی ۱۹۷۱ء

یقیں دل کو خیالِ روضۂ اطہر سے ملتا ہے
ہمیں اپنا شعورِ ذات انکے در سے ملتا ہے

ندامت میں بھی لذّت گھول دی اسمِ گرامی نے
نشاطِ دل خیالِ شافعِ محشر سے ملتا ہے

مئے گلگوں میں تسکینِ دل و جاں ڈھونڈنے والو
سرور و کیف ذکرِ ساقیٔ کوثر سے ملتا ہے

بظاہر فاصلے ہوں دُوریاں ہوں لاکھ پردے ہوں
مگر اُن سے تعلّق رُوح کو اندر سے ملتا ہے

اُسی کا نام سُن کر نغمگی بھی وجد کرتی ہے
لطافت کو بھرم حسنِ طاہر و اطہر سے ملتا ہے

تبسّم کی ضیا سے چاند تارے مسکراتے ہیں
سحر کو نُور کا صدقہ رُخِ انور سے ملتا ہے

وُہی دُرِّ عدن ہیں سنگریزے جو قدم چھُو لیں
سروں کو تاجِ شاہی آپ کی ٹھوکر سے ملتا ہے

تجلّی گاہِ حق جس تک فرشتے جا نہیں سکتے
وہاں خیرِ الخلائق خالقِ اکبر سے ملتا ہے

خزف دستِ مُبارک میں پہنچ کر حمد پڑھتے ہیں
جوابِ لا الٰہ آپ کو پتھّر سے ملتا ہے

اصولِ زندگی اُس نے سکھائے اہلِ عالم کو
سرورِ آگہی کونین کے سرور سے ملتا ہے

صفاتِ ذاتِ حق تو ماورا ہیں عقلِ انساں سے
مگر ان کا نشاں اُس حُسن کے پیکر سے ملتا ہے

مدینے کی فضا اک عالمِ انوار ہے کیفیؔ
سکونِ دیدہ و دل اس کے ہر منظر سے ملتا ہے

مئی سنہ ۷۱ء

○

اپنے ربّ غفور کے صدقے
مجھ کو بخشا حضورؐ کے صدقے

اُن کی شانِ ظہور کے صدقے
روز بٹتے ہیں نور کے صدقے

یاد میں اُن کی جو تڑپتا ہو
اس دلِ ناصبور کے صدقے

یا خدا! نورِ مصطفےٰؐ کی جھلک!
جلوۂ برقِ طور کے صدقے

آپؐ کے ذکر سے جو ملتا ہے
ایسے کیف و سرور کے صدقے

خاتمِ ہر کمال ذات ان کی
اُن کے فکر و شعور کے صدقے

جاں ہے نذرِ ساقیٔ کوثر
دل شرابِ طہور کے صدقے

آسرا مل گیا شفاعت کا
اپنے جرم و قصور کے صدقے

آنکھ اور دل نثار طیبہ پر
پاس کے صدقے دور کے صدقے

زندگی ، زندگی بنی کیفیؔ
اک نگاہِ حضورؐ کے صدقے

○

۵ مئی ۷۴ء

○

آ گیا آپؐ کے در پر کیفیؔ
ہے نصیبے کا سکندر کیفیؔ

دیکھ کر روضۂ اطہر کیفیؔ
کیوں نہ رہ جاؤں مَیں ششدر کیفیؔ

جب سے دیکھی ہے مدینہ کی بہار
کوئی جچتا نہیں منظر کیفیؔ

اُن کی توصیف بیاں ہو کیسے
وہ ہیں کونین کے سرور کیفیؔ

اُن سے نسبت کا شرف حاصل ہے
مَیں ہوں قطرہ وہ سمندر کیفیؔ

اِک نظر شافعِ محشر مجھ پر
مَیں پکارا سرِ محشر کیفیؔ

کیوں مجھے تشنہ لبی کا غم ہو
مَیں ہوں مستِ مئے کوثر کیفیؔ

آپؐ کا نام زباں سے نکلا
بن گیا نور سراسر کیفیؔ

کاش ہو جائے تمنّا پوری
کاش دیکھے رُخِ انور کیفیؔ

ہے جو تسکینِ دل و جاں منظور
پڑھ درود آپؐ پہ اکثر کیفیؔ

○

یکم مئی ۱۹۷۴ء

○

آپؐ ہی کے جلووں سے ہر طرف اُجالا ہے
ظلمتوں سے انساں کو آپؐ نے نکالا ہے

ربط جسم و جاں میں ہے آپؐ ہی کے صدقے میں
اسمِ پاک سے چلتی ہر نفس کی مالا ہے

جالیوں سے روضے کی چاندنی سی چھنتی ہے
اس کا نور کیا ہوگا، نور جس کا ہالا ہے

صرف اتنا سمجھی ہے عقل ٹھوکریں کھا کر
انؐ کی منزلِ رفعت، رفعتوں سے بالا ہے

تیرگی کے دریا میں غرق ہونے والوں کو
ماہ و کہکشاں کر کے آپؐ نے اُچھالا ہے

حُسن بے مثال اُنؐ کا شان لازوال اُنؐ کی
اُن سے برگزیدہ بس ذاتِ حق تعالیٰ ہے!

باعثِ سکونِ دل حاصلِ نشانِ جاں
انؐ کا نام نامی ہے، انؐ کی ذات والا ہے

اس کو دین و دُنیا کی ہر خوشی مُیسّر ہے
جس نے عشق احمدؐ کو اپنے دل میں پالا ہے

غرق بحرِ عصیاں میں کب کے ہو گئے ہوتے ؟
ہم گناہگاروں کو آپ نے سنبھالا ہے

اُن کی اِک نظر سے قبل، اُن کی اِک نظر کے بعد
ہر طرف اندھیرا تھا ، ہر طرف اُجالا ہے

نغمۂ اذاں بن کر گونجتا ہے نام اُن کا
جس طرف نظر ڈالو، اُنؐ کا بول بالا ہے

معرفت کے دریا کے آپؐ ہی شناور ہیں
بحرِ علم و حکمت کو آپؐ نے کھنگالا ہے

اِک نظر کرم کی ہو حالِ زارِ کیفیؔ پر
آپؐ نے تو ذرّوں کو کہکشاں میں ڈھالا ہے

○

۱۲ مئی ۷۴ء

یہ حقیقت ہے کہ جینا وہی جینا ہوگا
جب مرے پیشِ نظر حسنِ مدینہ ہوگا

شوقِ دل راہنما بن کے چلے گا آگے
جب رواں سوئے حرم اپنا سفینہ ہوگا

آنکھ جب روضۂ اقدس کی جھلک دیکھے گی
یا خُدا کیسا مُبارک وہ مہینہ ہوگا

میری آنکھوں میں سمٹ آئے گا حسنِ کونین
جس طرف آنکھ اُٹھاؤں گا مدینہ ہوگا

جب نگاہیں درِ احمدؐ کی بلائیں لیں گی
صرف آنکھیں ہی نہیں قلب بھی بینا ہوگا

حاضری ہوگی بصد شوق مواجہ کی طرف
دل حضوری میں سعادت کا خزینہ ہوگا

نغمۂ صلِّ علیٰ ہوگا لبوں پر جاری
اور ماتھے پہ ندامت کا پسینہ ہوگا

چُومتا نقشِ قدم اُن کے پھروں گا ہر سُو
کیسا پُر کیف یہ جینے کا قرینہ ہوگا

بابِ جبریل سے گزروں گا دُعائیں پڑھتا
ذوق اور شوق سے معمُور یہ سینہ ہوگا

اُن کی جب چشمِ کرم ہوگی دلِ کیفیؔ پر
دل نہیں پھر تو یہ انمول نگینہ ہوگا

۱۵ مئی سنہ ۷۴ء

(١٠)

اے جذبۂ دل روضۂ اطہر کی طرف چل
جس در کا بھکاری ہے تُو اس در کی طرف چل

مایوس نہ ہو تیرگیٔ رنج و اَلم سے
اے رہروِ شب صبحِ منوّر کی طرف چل

دیکھے سے جسے سیر نظر ہو نہیں سکتی
طیبہ میں اسی حُسن کے محور کی طرف چل

پھر تشنہ لبی کی نہ کبھی ہو گی شکایت
اِک بار ذرا ساقیٔ کوثر کی طرف چل

سامانِ بقا کر لے فنا ہونے سے پہلے
اے قطرۂ ناچیز سمندر کی طرف چل

ہے تجھ کو اگر تیرہ نصیبی کا گلہ کچھ
پڑھ صلِّ علیٰ بختِ سکندر کی طرف چل

ہر سمت جہاں پہ ہے تجلّی ہی تجلّی
اُس بارشِ انوار کے منظر کی طرف چل

کرنا ہے اگر ذکر تو اِس جانِ جہاں کا
چلنا ہے تو کونین کے سرور کی طرف چل
آنکھوں میں کبھی پھر کوئی منظر نہ جچے گا
اے حسنِ نظر گنبدِ اخضر کی طرف چل

پھر منزلِ مقصد نہ ملے تو مرا ذمّہ
دو چار قدم راہِ پیمبرؐ کی طرف چل
ہو لاکھ گرانبار گناہوں سے تُو کیفیؔ
نم دیدہ ذرا شافعِ محشر کی طرف چل

○

۳۰ مئی سنہ ۶۷ء

شب و روز اب تو یہی ہیں دُعائیں
خُدا دن وہ لائے مدینہ کو جائیں

نظر آئیں جس دم حرم کی فضائیں
بہر گام اپنی نگاہیں بچھائیں

عرب کے بیاباں کا ہر ذرّہ چُومیں
غُبارِ حرم کو گلے سے لگائیں

وہ دُنیا کی جنّت، وہ جنّت کی دُنیا
معنبر ہوائیں، معطّر فضائیں

جہاں پر ہیں انسان جیسے فرشتے
مہکتی ہیں ہر سُو عبائیں قبائیں

کبھی مسجدِ فتح و نصرت کو دیکھیں
کبھی جا کے لے لیں اُحد کی بلائیں

کبھی دُور سے سبز گنبد کو دیکھیں
کبھی پاس آکر نگاہیں جھکائیں

کریں جالیوں پر ان آنکھوں کو صدقے
مواجہ میں اشکوں کے موتی لُٹائیں

ادھر سے اُمڈتے ہوں اشکِ ندامت
اُدھر رحمتوں کی برستی گھٹائیں

تصوّر جب اپنی خطاؤں کا آئے
بُھلا دیں سب ان کی مسلسل عطائیں

فضاؤں میں نغمہ ہو صلِّ علیٰ کا
سلامٌ علیکم کی لب پر صدائیں

دُعا ہے یہ کیفیؔ کہ اس سال ہم بھی
مدینہ کے دیوار و در دیکھ آئیں[۱]

۷ رجون ۱۹۷۴ء

[۱] یہ نعت کہنے کے بعد فوراً حضرت زکی کیفیؔ کو حجّ بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی اور وہاں سے واپسی پر دارِآخرت کا بُلاوا آگیا۔ م ت ع

جلوہ جمالِ حق کا دکھایا حضورؐ نے — ہر نقش ماسوا کو مٹایا حضورؐ نے

جنّت کا راستہ بھی دکھایا حضورؐ نے — دوزخ کی آگ سے بھی بچایا حضورؐ نے

جس پر نگاہ پڑ گئی تابندہ ہو گیا — ذرّوں کو آفتاب بنایا حضورؐ نے

دُنیا بھی جس سے جنّتِ فکر و نظر بنے — جینے کا وہ طریق سکھایا حضورؐ نے

جس پر چلیں تو راہ میں ٹھوکر نہ لگ سکے — رستہ وہ بے غبار دکھایا حضورؐ نے

جو راستے کے سنگِ گراں تھے بنے ہوئے — ان کو نشانِ راہ بنایا حضورؐ نے

جس میں سدا بہار ہے ہر پھول ہر کلی — توحید کا چمن وہ کھلایا حضورؐ نے

بھر لی ہیں ہر گدا نے سعادت سے جھولیاں — رحمت کا وہ خزانہ لٹایا حضورؐ نے

کیفیؔ بُرا سہی مگر اُن کا غلام ہے
اچھا بُروں کو کس نے بنایا؟ حضورؐ نے

۲۹، نومبر سنہ ۷۴ء

راہروانِ حجاز سے[۱]

مجھ کو بھی ساتھ جانبِ گلزار لے چلو
اے رہروانِ کوچۂ دلدار لے چلو

ہیں جس دیارِ پاک پہ ہر آن رحمتیں
پیہم جہاں ہے بارشِ انوار لے چلو

ذرّے جہاں کے ہمسرِ ماہ و نجوم ہیں
پھولوں سے بھی حسیں ہیں جہاں خار لے چلو

آئے گا جوش، شانِ کریمی کو دیکھ کر
نیکو! تم اپنے ساتھ گنہگار لے چلو

تم ہو بلند بخت، نہ صرفِ نظر کرو
ہو جائے میرا بخت بھی بیدار لے چلو

بے شک متاعِ عشق و جنوں ہے تمہارے پاس
رکھتا ہوں میں بھی دیدۂ خونبار لے چلو

روشن ضمیر قافلے والو! کرم کرو
ساتھ ایک تیرہ قلب و سیہ کار لے چلو

میں ہوں غریقِ بحرِ معاصی بجا، مگر
مجھ سے نہ اس طرح سے ہو بیزار لے چلو

مجھ ناتوان و خستہ و بیمار پر کرم
اللہ ہو تمہارا مددگار، لے چلو

کانٹے جو راہ کے ہیں، ہٹاتا چلوں گا میں
آئی جو کوئی وادئ پُرخار لے چلو

میں تشنہ کامِ عشق ہوں یارو مدد کرو
تم ہو شرابِ عشق سے سرشار لے چلو

بھاری تھی شب مریض پہ لیکن وہ کٹ گئی
اب ہو رہے ہیں صبح کے آثار لے چلو

○

۱ ایک سال حضرت زکی کیفیؒ کا کچھ رفقاء کے ساتھ عمرے کا پروگرام بنا، دوسرے رفقاء چلے گئے مگر اُن کو کچھ عذر پیش آگیا۔ یہ نظم اس واقعے کا ایک فی البدیہ تاثر ہے (مرتب)

زائرینِ حرم

یہ حج و زیارت مبارک ہو تم کو — متاعِ سعادت مبارک ہو تم کو
وہ ہر سمت انوار، ہر سُو تجلّی — وہ نورِ ہدایت مبارک ہو تم کو
وہ احرام میں مست و سرشار رہنا — غموں سے فراغت مبارک ہو تم کو
اذانِ سحر کا حرم میں وہ منظر — وہ کیفِ سماعت مبارک ہو تم کو
مبارک ہوں وہ ملتزم پر دُعائیں — وہ ذوقِ عبادت مبارک ہو تم کو
وہ میزابِ رحمت کے نیچے نمازیں — بشوقِ اطاعت مبارک ہو تم کو
مبارک ہوں وہ سنگِ اسود کے بوسے — لبوں کی حلاوت مبارک ہو تم کو
وہ رُکنِ یمانی پہ ہر دم، تجلّی — وہ آثارِ رحمت مبارک ہو تم کو
وہ پی پی کے زمزم کو سیراب ہونا — وہ کوثر کی لذّت مبارک ہو تم کو
مِنٰی میں رمی کا وہ پُر کیف منظر — وہ جلووں کی کثرت مبارک ہو تم کو
وہ عَرفات میں خیمہ زن ہو کے رہنا — بزُہد و قناعت مبارک ہو تم کو
مدینہ کی گلیوں کا دیدار کرنا — وہ دُنیا کی جنّت مبارک ہو تم کو
وہ روضہ کو با چشمِ نم دیکھ لینا — وہ دل کی طہارت مبارک ہو تم کو
قُبا و بقیع و اُحد کی زیارت — بحُسنِ ارادت مبارک ہو تم کو
وہ فیضانِ انوار روضے کے باہر — وہ لطف و عنایت مبارک ہو تم کو

مواجہ میں آ کر جلا دل کو دینا   وہ جلوت میں خلوت مبارک ہو تم کو
نکل پڑنا آنسو وہ ذکرِ نبیؐ پر   یہ دل کی نزاکت مبارک ہو تم کو
وہ روضہ کی جالی پہ سر رکھ کے رونا   دُعائے شفاعت مبارک ہو تم کو

دُعا ہے یہ کیفیؔ کے قلبِ حزیں کی
یہ حج و زیارت مبارک ہو تم کو

○

غلافِ کعبہ سے[1]

غلافِ کعبہ تری عظمتوں کا کیا کہنا
عروسِ حُسنِ ازل کا لباسِ نور ہے تُو
گناہگار ترا کیوں نہ چُوم لیں دامن
امینِ رازِ وفا، جلوہ زارِ طور ہے تُو

کمالِ فرض کا پیکر ہے تیری ہستی بھی
کسی کی ذات میں خُود کو مٹا دیا تُو نے
ہر آن سینہ سپر ہے حرم کی خدمت میں
دلوں میں نقشِ محبّت جما دیا تُو نے

یہ تیرا جذبۂ خدمت ہے رشک کے قابل
غبار دامنِ کعبہ تک آ نہیں سکتا
حوادثات کے طُوفان ہزار ٹکرائیں
تو اپنے فرض کو لیکن بھُلا نہیں سکتا

---

[1] جس سال غلافِ کعبہ تیار کرنے کی سعادت پاکستان کو حاصل ہوئی
اُسی سال یہ نظم کہی گئی۔ مرتّب

تجھے نصیب ہے، قربت حرم کے سینے سے
حریم حُسن حقیقت کا راز دار ہے تو
ہے تیرا مقصدِ ہستی حرم کی زیبائش
نگارِ حسن و تجلّی کا پردہ دار ہے تو

درِ حرم کے محافظ ادائے فرض کے بعد
جہاں بھی اہلِ وفا تجھ کو دیکھ پائیں گے
سکونِ قلب کی خاطر لگا کے سینے سے
ہر ایک تار ترا، تارِ جاں بنائیں گے

غلافِ کعبہ قسم مجھ کو ربِّ کعبہ کی
تجھے جو دیکھا تو آنکھوں میں اشک بھر آئے
تصوّرات کی دُنیا میں ایک ہلچل ہے
جو دل میں داغ تھے پوشیدہ وہ نکھر آئے

نہ پوچھ مجھ سے کہ میں گم ہوں کن خیالوں میں
گزر رہی ہے جو دل پہ بتا نہیں سکتا
ٹپک رہے ہیں یہ کیوں اشک آج آنکھوں سے
تری نظر سے نظر کیوں ملا نہیں سکتا

نسبت
یہ سوچتا ہُوں بھلا مجھ کو تجھ سے کیا
زمینِ عجز ہُوں میں رشکِ آسماں تُو ہے
میں ایک راہِ محبّت کا راہ گم کردہ
حریمِ منزلِ محبُوب کا نشاں تُو ہے

شرف مجھے بھی تھا حاصل حرم کی خدمت کا
مگر یہ فرضِ محبّت بھُلا دیا میں نے
مِرا ضمیر بھی بیدار تھا کبھی، لیکن
ہوس کی گود میں اس کو سُلا دیا میں نے

مجھے بھی ناز تھا کعبہ کی پاسبانی پر
حرم کے حُسنِ نہاں کا تھا رازداں میں بھی
سرِ نیاز میں تھی شان کج کلاہی کی
غمِ حبیب سے رہتا تھا شادماں میں بھی

غرورِ علم جہالت کی راہ پر لایا
حرم کی راہ سے بیگانہ کر دیا مجھ کو
میں ایک رازِ حقیقت تھا بزمِ دُنیا میں
مگر خرد نے اک افسانہ کر دیا مجھ کو

درِ حرم سے جُدا ہو کے تیرہ بختی سے
جہاں میں خود کو تماشا بنا دیا میں نے
وہ دِل جو مرکزِ انوارِ حق تھا اس دِل کو
بُتانِ حرص و ہوس سے سجا دیا میں نے

تھا میرا فرض حرم کا پیام پہنچانا
چمن میں دشت میں صحرا میں خشک میں تر میں
حرم سے خیر کی دولت لیے ہوئے نکلا
اُلجھ کے رہ گیا لیکن میں دامنِ شر میں

گناہگارِ محبّت ہوں اے غلافِ حرم
کھڑا ہوں شرم و ندامت سے سر جھکائے ہوئے
مُجھے سنبھال خدا کے لیے سنبھال مجھے
شکستہ دِل ہوں قدم بھی ہیں لڑکھڑائے ہوئے

اداشناسِ وفا اے حرم کے پیراہن
مرے لیے بھی سرِ ملتزم دُعا کرنا
عطا ہو پھر مجھے احساسِ فرض کی دولت
نصیب پھر ہو حرم سے مجھے وفا کرنا

دیارِ حُسن و تجلّی کے راہرو تجھ پر
یہ چند اشکِ ندامت نثار کرتا ہوں
خزاں نصیب چمن ہُوں مَیں اے نسیمِ حرم
دُعائے آمدِ فصلِ بہار کرتا ہُوں

○

۱۵ مارچ ۱۹۶۳ء

اپنی بد حالی سے یہ کہتے بھی شرماتے ہیں ہم
جا پڑیں قدموں پہ اُن کے جن کے کہلاتے ہیں ہم
آپؐ کا جب ذکر چھڑتا ہے کسی عنوان سے
گوش بر آواز بزمِ دو جہاں پاتے ہیں ہم
جیسے صحرا میں بگولہ جیسے دریا میں حباب
سُوئے طیبہ اس طرح سے جھومتے جاتے ہیں ہم
آپؐ کے در کے گدائے بے نوا بن کر رہیں
یہ ملے دولت تو ہر دولت کو ٹھکراتے ہیں ہم
کوئی عالم ہو اُنھیں کا نام ہے وردِ زباں
ایک نغمہ ہے جسے ہر ساز پر گاتے ہیں ہم
زندگی کی ہر کٹھن منزل میں جب بھی دیکھیے
آپؐ کے نقشِ قدم کو رہنما پاتے ہیں ہم

غم کا مداوا دُکھ کی دوا   نام مُحمّدؐ صلّیٰ علیٰ
ہادیٔ عالم، فخرِ رُسل   راہبروں کے راہنما
آپؐ پہ صدقے ہوتے ہیں   لُطف و کرم اور جُود و عطا
اُن کا شیوہ لُطف و کرم   میری عادت جُرم و خطا
آپؐ ہی رحمت دُنیا میں   آپؐ شفیعِ روزِ جزا
اہلِ وفا کی منزل ہے   آپؐ کا ہر اِک نقشِ پا
جس کو مدینہ کہتے ہیں   ایک جہاں ہے جلوہ کا
شافعِ محشرؐ، ختمِ رسُلؐ   کوئی نہیں ہے ان کے سوا

آپؐ ہی میرے سب کچھ ہیں
آپؐ پہ میری جان فدا

بے خود کھڑا ہوں روضۂ اطہر کے سامنے
ذرّہ ہے آفتابِ منوّر کے سامنے

تھا میری تشنگی کو قیامت کا سامنا
اب خواب ہے یہ ساقیٔ کوثر کے سامنے

دل میں جمے ہوئے تھے بہت منظرِ جمال
دھندلا گئے ہیں گنبدِ اخضر کے سامنے

حیراں ہے آنکھ، عالمِ انوار دیکھ کر
اک تشنہ لب کھڑا ہے سمندر کے سامنے

ہوں شرمسار نامۂ اعمال دیکھ کر
کس طرح جاؤں شافعِ محشر کے سامنے

پیشِ نظر ہے جلوۂ فردوس کی بہار
گھر سے قریب آپ کے منبر کے سامنے

○

اس لیے آرزو ہے جینے کی
دیکھ لوں پھر زمیں مدینے کی

دُھن لگی ہو جسے مدینے کی
اس کو حاجت نہیں سفینے کی

نام جب اُن کا آگیا لب پر
ہر کدورت دُھلی ہے سینے کی

راہِ طیبہ میں جو گذر جائے
زندگی ہے وُہی قرینے کی

جو درِ مصطفٰے سے ملتا ہے
عشق کُنجی ہے اُس خزینے کی

چل مدینے اگر ضرورت ہے
قلب صدچاک چاک سینے کی

چاند اُن کے جمال کا پرتو
بُوئے گل بُو اسی پسینے کی

جام کوثر کا ساقیٔ کوثر
مُجھ کو بھی آرزو ہے پینے کی

اُن کے در پر گرا ہے اِک آنسو
خوش نصیبی ہے آبگینے کی

اُس پہ لاکھوں درُود ہوں کیفیؔ
ہر بُرائی پہ جس نے کی نیکی

○

۴ دسمبر ۸۴ء

جمالِ عالمِ اِمکاں ، کمالِ فکر و نظر
تِرے کمال پہ حیراں ، جمال پر ششدر
عطا و لطف و کرم کا محیط آپؐ کی ذات
فلاح و رشد و ہدایت کا آپؐ ہی محور

مقام آپؐ کا ہر اک مقام سے بالا
قیام آپؐ کا ہر ایک رُوح کے اندر
وہ معرفت کے شناور ، علُوم کا منبع
وہ نُورِ علم کا مخزن ، فیوض کے مصدر

وہ ہادیوں کے بھی ہادیؐ ، پیمبروں کے امام
وہ بیکسوں کا سہارا وہ شافعِ محشرؐ
مجھے ہو حشر میں تشنہ لبی کا کیوں شکوہ ؟
مِرے حضورؐ وہاں ہوں گے ساقیِ کوثر

رسولِ رحمت و اُمّی لقب ، امیرِ اُممؐ
وہ لطف و رحمتِ ربِّ جلیل کے مظہر

قصیدۂ نعتیہ

پردے اُٹھے نگاہ سے ہر شے نکھر گئی
تنویرِ صُبح رات کے رُخ پر بکھر گئی

دشت و جبل سے نُور کے کوندے لپک پڑے
کلیوں کے جام پھُولوں کے ساغر چھلک پڑے

برگ و شجر نہال ہُوئے، جھُومنے لگے
آپس میں ایک ایک کا مُنہ چُومنے لگے

کرنوں کا رقص ہونے لگا برگ و بار پر
فردوس عکس ریز ہے ہر لالہ زار پر

بادِ نسیم مست ہے نکہت بدوش ہے
یہ نغمہ زن سکوت نوائے سروش ہے

تاریکیوں کا نام مِٹا کر جہان سے
اُتری عروسِ صُبح نئی آن بان سے

بادل فضائے دہر پہ رحمت کے چھا گئے
آئی صدا کہ سرورِ کونینؐ آ گئے

پُرنور کعبہ اور بھی پرنُور ہو گیا
بطحا تمام جلوہ گہِ طوُر ہو گیا

پائی جھلک جو ساقئِ کوثر کے نور کی
زمزم سے موج اُٹھی شرابِ طہُور کی

اہلِ ستم کا رنگ اُڑا، زرد ہو گئے
آتشکدوں کی سانس رُکی، سرد ہو گئے

لات و ہبل کا دورِ حکومت گزر گیا
انسانیت کا طوقِ غلامی اُتر گیا

بزمِ جہاں میں آج یہ کس کا ورُود ہے
جبریل کے لبوں پہ مسلسل درُود ہے

انسانیت نے قرض سب اپنا چکا دیا
تخلیق کر کے جس کو خدا مُسکرا دیا

جس کی طلب میں کی تھیں دُعائیں خلیل نے
آمد کا اس کی مژدہ دیا جبرئیل نے

صدق و صفا کا پیکرِ پُرنُور آ گیا
لے کر حیاتِ تازہ کا منشور آ گیا

بے آسرا، نحیف لبوں کو زباں دی
دُرِّ یتیم بن کے یتیمی کو شان دی

لُطف و کرم کی ساری ادائیں عطا ہوئیں
زخموں سے چُور ہو کے دُعائیں عطا ہوئیں

انسانیت کے درد کا درماں کیا گیا
احسان و عدلِ زیست کا عنواں کیا گیا

وہ رحمتِ تمام وہ غمخوارِ بے کساں
ہے جس کو نازِ فقر وہ سلطانِ دو جہاں

فخرِ الرّسل ہے شافعِ روزِ حساب ہے
اُمّی لقب ہے صاحبِ اُمّ الکتاب ہے

مظلوم عورتوں کو نئی زندگی ملی
عِفّت ملی، حقوق مِلے، روشنی مِلی

پاکیزگی، عصمت و عِفّت کا پاسباں
احسان و عدل و جود کا دریائے بیکراں

تزئینِ کائنات ہے جس کے جمال سے
بالا ہے جو خِرد کے حدُود و خیال سے

اِک انقلابِ تازہ بپا کر دیا گیا
نسل و وطن کا فرق فنا کر دیا گیا

ادنیٰ سا یہ کرشمہ ہے اس فیضِ عام کا
بازار سرد کر دیا سُودی نظام کا

رُوم و عجم کا فرق مٹا سب مِلے گلے
جس نے رسُومِ جہل کچل دیں قدم تلے

جس نے اگر جلال کے جوہر دکھا دیئے
بدر و اُحد نشانِ عزیمت بنا دیئے

رہزن جو تھے وُہ ہادیِ آفاق بن گئے
جاہل جو تھے معلّمِ اخلاق بن گئے

ہر بات جس کی بن گئی دستورِ زندگی
تاریکیوں میں جاگ اُٹھا نُورِ زندگی

قرآں جس کا خُلق ہے وہ رحمتِ تمام
جس کے لیے ہُوا ہے دو عالم کا اِنصرام

جس کے غُلام فاتحِ ایران و شام ہوں
لاکھوں دُرود اُس پہ، ہزاروں سلام ہوں

قصیدۂ مدحیہ

تھیں ظلمتیں ہی ظلمتیں اِدھر اُدھر یہاں وہاں
محیط ابرِ کفر تھا چمک رہی تھیں بجلیاں
بھٹک رہی تھی زندگی مثالِ گردِ ناتواں
نہ ہمسفر نہ رہگذر نہ راہبر نہ کارواں

کلی کلی فگندہ سر گلوں کے لب پہ ہچکیاں
چمن چمن تھی تیرگی روش روش دھواں دھواں
بادِ سموم کھیلتی پھرتی تھی برگ و بار سے
فصلِ خزاں کا راج تھا گم تھے بہار کے نشاں

خانہ بخانہ کو بکو سجتے ہُوئے صنم کدے
لات وہبل کے سامنے ہوتی تھیں سجدہ ریزیاں
فسق و فجور ہر طرف جام بدست ہر کوئی
جس کی طرف بھی دیکھیے محوِ خیالِ دلبراں

ناچ رہی تھی ہر طرف بہیمیت، درندگی
گونج رہا تھا ہر طرف شورِ صدائے الاماں

ہوتی تھی روز تار تار چادرِ عصمت و حیا
دامنِ شرف و نام کی بکھری ہوئی تھیں دھجّیاں

بیوہ کوئی فگندہ سر آہ بلب کوئی یتیم
کوئی غریب نالہ کُن کوئی ضعیف سرگراں

خلقِ تباہ حال پر رحمتِ حق نے کی نظر
بھیجا رسولِ پاکؐ کو آئے امامِ انس و جاں

صحنِ چمن میں چل پڑی پھر سے نسیمِ عطر بیز
غنچے کھلے کلی ہنسی برگ و شجر ہُوئے جواں

تیرہ تار ابر سب ظلم و ستم کے چھٹ گئے
نکلا عرب کی ریگ سے مہرِ تمام دُر فشاں

علم و عمل کی قوتیں بخش دیں کائنات کو
قلب و نظر کو پھر ملی دولتِ سوزِ جاوداں

آئے وہ جن کے دم سے ہے رونقِ بزمِ رنگ و بُو
بزمِ رُسل کے تاجدار محرمِ رازِ کُن فکاں

آئے وہ جن کے فیض نے حُسن دیا حیات کو
آئے شفیعِ عاصیاں آئے پناہِ بے کساں

شانِ غنا کہ آپ کے قدموں پہ تاجِ قیصری
فقر کی شان یہ کہ ہے ایک گلیم بھی کہاں

شانِ عمل کو دیکھ کر دنگ ہیں بحر و بر تمام
کوہ و دمن پہ ہو گئے ان کے غلام حکمراں
حسن و جمال نام ہے ان کے قدم کی دھول کا
آپ سے مَس جو ہو گئے ذرّے بنے وہ کہکشاں

کون و مکاں میں روشنی ان کی ازل سے تا اَبد
سلسلہ اُن کے نور کا پھیل گیا کہاں ، کہاں
کوہ و دمن، شجر حجر، دشت چمن فلک زمیں
سب میں انھیں کی روشنی سب میں وہی ہیں ضوفشاں

آپ کا قول و فعل ہے رُوح و اصولِ زندگی
جو بھی لبوں پہ آگیا علم کا بحرِ بیکراں
ان کا غلام جو ہُوا مل گئیں اس کو رفعتیں
نقشِ قدم بنی ہوئی ملتی ہیں سب بلندیاں
حُسنِ خرام آپ کا موج ہے سلسبیل کی
حسن و جمالِ زندگی آپ کے در کے پاسباں

○